ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

امراوطارق کے افسانوی ادب کا فنی وفکری جائزہ

A Critical Analysis of Amrao Tariq's Fictional Works

ڈاکٹر ماجد علی

ڈاکٹر مہرین لطیف(اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، گلبرگ لاہور)

مبشر حسین

کرن شہزادی

Abstract:

Amrao Tariq is one of the most important contemporary fiction writers. He has written a total of nine books. He was awarded the Adamji Award by the Government of Pakistan for his first collection of fiction, "Badan Ke Tawaf". He has used the technique of flashback in a very beautiful way. His language and style are very simple. In his stories, story-telling, detailing and characterization are at the peak. He has shown the realities of life with simplicity of language and uniqueness of style through which life unfolds layer by layer. He has severely attacked the double standards of the society. He has not ignored the internal and external conditions of the characters as well as the psychological confusion. He has raised his voice against the oppression of women in his stories. He has pointed out not only political, social and religious issues but also highlighted the importance and usefulness of education. Among the main themes of his writings are feminism, partition of India, migration, murder, carnal lust, false testimony, injustice. terrorism, refugee issues and poverty.

امراو طارق کے آباواجداد پنجاب کے ضلع بہاولپور سے مغلیہ عہدمیں اکبر سمراٹ کے دور میں ہجرت کے الٰہ آباد اور کان پور کے درمیان فتح پور"ہوہ"میں آباد ہوئے۔امراو طارق 24 مارچ1932 ء کو فتح پور چوراسی اُتر پردیش کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔اُنہوں نے اپنا بچپن شاہ پور میں گزارااور ابتدائی دینی اور دُنیاوی تعلیم بھی شاہ پور سے ہی حاصل کی۔اُن کے والد کا نام سید طالب علی ہے۔جو کھیتی باڑی کے کام سے منسلک تھے۔اُن کا اصل نام سید امراو علی ہے۔آپ نے میٹرک1948 ء میں مسلم اسکول فتح پور سے پاس کیا۔اِنٹر کا امتحان اُردو کالج کراچی سے 1954ء میں پاس کیا ۔بی۔اے1958 ء میں اُردو کالج کراچی سے کیا۔ایل۔ایل۔بی کا امتحان بھی اُردو کالج کراچی سے1961 ء میں پاس کیا۔آپ نے ایم ۔اے پولیٹیکل سائنس میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔تقسیمِ ہند کے بعد امراو طارق حیدرآباد دکن میں منتقل ہو گئے۔جو اُس وقت ایک آزاد ریاست تھی۔اِسی زمانے میں بابا اُردو مولوی عبدالحق بھی حیدرآباد دکن میں موجود تھے۔1948ء میں ہندوستانی فوج نےچڑھائی کرتے ہوئے زبردستی حیدرآباد دکن کو ہندوستان میں شامل کر لیا۔تو اِن بگڑے ہوئے حالات میں امراو طارق حیدرآباد دکن کو چھوڑ کر سیدھےمشرقی پاکستان کے درالخلافہ ڈھاکہ چلے گئے ۔1952ء میں امراو طارق نے ڈھاکہ کو بھی الوداع کہہ دیا اور مغربی پاکستان میں روشنیوں کے شہر کراچی میں آ بسے۔جہاں پہلے سے ہی اُن کے عزیزواقارب ہجرت کر کے آچکے تھے۔1963ءمیں آپ محکمہ سندھ پولیس میں بطور سرکاری وکیل بھرتی ہوئے۔اُن دنوں اُردو ادب کے بہت بڑے نام جن میں مولوی عبدالحق،نیاز فتح پوری اور فرمان فتح پوری بھی کراچی میں مقیم تھے۔امراو طارق نے اپنی تمام اعلیٰ تعلیم برطانوی ہندوستان سے حاصل کی ۔ذریعہ معاش کے لیے اُنہوں نے کراچی پولیس میں شمولیت اختیار کی۔اور1992ء میں وہ محکمہ پولیس سندھ سے بطور ڈی۔ایس۔پی اپنے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ وکالت بھی کرتے رہے۔امراو طارق بابااُردو مولوی عبدالحق کے قائم کردہ ادارے"انجمنِ ترقی اُردو"میں بطور ڈپٹی سیکریٹری بھی کام کرتے رہے۔امراو طارق کو بچپن سے ہی لکھنے کا شوق تھا۔لیکن اُن کی پہلی باقاعدہ کہانی "برگِ گل"نامی رسالے میں1954 ء میں شائع ہوئی۔امراو طارق8 دسمبر2011ء کو خون کے سرطان کے مرض میں مبتلا ہو کرگلشنِ اقبال کراچی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔اُن کی شادی1956ءمیں فتح پور بھارت میں ہوئی۔اُن کے ہاں تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔اُن کے دو بیٹے آج کل سندھ پولیس میں بطور ڈی،ایس،پی اپنے فرائضِ منصبی ادا کر رہے ہیں۔

امراو طارق کی تخلیقی خدمات:

امراو طارق نے کل نو کتابیں تحریر کیں۔اُن کا پہلا افسانوی مجموعہ"بدن کا طواف" پر اُن کو حکومتِ پاکستان کی طرف سے سب سے بڑے ادبی ایوارڈ" آدم جی" ادبی ایوارڈ سے بھی نوازاجا چُکا ہے اُن کا دوسرا افسانوی مجموعہ"خشکی پہ جزیرے"کے عُنوان سے منظرِ عام پر آیا جبکہ تیسرا افسانوی مجموعہ" تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے"کے نام سے چھپ کر سامنے آیا۔اُن کا ایک ضخیم ناول" معتُوب"کے عُنوان سے زیورِ طبع سے آرستہ ہوا ہے۔جِس میں اُنہوں نے معاشرتی رویوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا ہے۔عصرِ حاضر کے ادیبوں کے خاکے"دھنک کے باقی ماندہ رنگ"اور"تاروں پر لکھے نام"کے عُنوانات سے شائع ہوئے۔اُن کا سب سے بڑا کارنامہ" فرمان فتح پوری کی حیات و خدمات"تین جلدوں پر مشتمل ہے۔جس میں فرمان فتح پوری کی ادبی کاوِشوں پہ لکھے گئےمضامین کو شامل کیا گیا ہے۔اِس کتاب کو امراو طارق نے بڑی محنت سے تالیف کیا ہے۔سندھ یونیورسٹی اور بہاوالدین زکریا یونیورسٹی میں ایم۔اے اور ایم۔فل کی سطح پر اُن کی" حیات و خدمات"پر تحقیقی و تنقیدی کام بھی ہو چُکا ہے۔اُن کی ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ سندھ نے گلشنِ اقبال میں اُن کے نام سے ایک سڑک بھی منسوب کر رکھی ہے۔امراو طارق نے اپنی زندگی کو دوسروں کے لیے زیادہ بامعنی،زیادہ اثر انگیز اور زیادہ یادگار بنانے کے لیے قلم کا سہارا لیا اور اپنی تحریروں کے ذریعے معاشرے کے متنازع پہلووں اور تعلیم کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔

امراو طارق کی ناول نگاری:

امراو طارق نے1995ء میں 437 صفحات پر مشتمل" معتُوب"کے عُنوان سے بڑا عمدہ ناول تحریر کیا۔موضوع کے ساتھ ساتھ تکنیکی اور فنی لحاظ سے یہ ایک اہم اور فکر انگیز ناول ہے۔موضوعاتی حوالےسے مصنف نے اِس ناول میں عہدِ حاضر کی دِگرگوں سیاسی اور سماجی صورتِ حال کو پیش کرنے کے ساتھ بہت سے سوالات اُٹھانے کی کوشش بھی کی ہے۔فنی حوالے سے اِس ناول میں مروج روش سے اِنحراف کیا گیا ہے۔اُردو ناول کی روایت سے ہٹ کر اِس میں نیا تجربہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ ناول بُنیادی طور پر تین حصّوں پر مشتمل ہے۔ناول کے پہلے حصّے میں ایک خاتون عیسائی پادری کے سامنے حاضر ہو کر اپنا اعترافِ گناہ سُننے پر مجبور کرتی ہے۔اِس اعتراف میں فلش بیک کا سہارا لیتے ہوئے عورت کا بچپن،تعلیم،شادی،ملازمت،بیرونِ ملک کا سفر،سفر سے واپسی،اِمروز سے ملاقات اور پھر اِمروز کے پُر اسرار قتل کو دکھایا گیا ہے۔دوسرے حصّے میں عالم اِرواح سے امروز کے مکالمے کے ذریعے اِس کا پس منظر خاتون سے اُس کے تعلق اور پھر قتل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ناول کے تیسرے اور آخری حصّے میں پادری کے توسط سے مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔پادری کی کردار کشائی کے ساتھ ساتھ اِس حصّے میں عدلیہ کی ابتر صورتِ حال کو بیان کیا گیا ہے۔اِس حصّے کا خاتمہ عدالت میں بم بلاسٹ پہ ہوتا ہے۔اِس طرح ناول میں ایک تکونیاتی نسبت قائم کر دی گئی ہے۔اِس ناول کو تکونیاتی ادبی فن پارہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ناول کے مختلف حصّوں کے حوالےسے حوری نورانی لکھتے ہیں۔

> "یہ ناول تین حصّوں پر منقسم ہے۔پہلے حصّے کی ذہین ،تعلیم یافتہ مصّور عورت ہمارے معاشرے کی عکاسی کرتی ہے۔جس میں رِشتوں کا تقدس بڑی بے دردی سے پامال کیا گیا ہے۔مگر نیکی کی قوتیں مسلسل سچائی کی راہ دکھانے میں مصروف ہیں۔دوسرا حصّہ ایک سادہ معاشرے کے پروردہ ایک فنکار کی کہانی ہے۔جو اپنے اصولوں اور نظریوں میں اٹل ہوتاہے۔وہ گاوں کے پس منظر میں پل کر جوان ہوا۔اِس لیے شہروں کی دوہری اخلاقیات کو قبول نہیں کرتا اور مسلسل برائی کی قوتوں سے نبرد آزماء ہے۔یہ کردار ہی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

در اصل پاکستانی معاشرے کا ایسا نمائندہ ہے۔جو نہ مایوس ہوتا ہےاور نہ معاشرے کی دوہری اخلاقیات قبول کرتا ہے۔ناول کا تیسرا حصّہ نیکی اور بدی کی قوتوں کا تقابلی جائزہ ہے۔اِس ناول کا بُنیادی خیال عدل ہے1"

اِس ناول کا مرکزی کردار ایک عورت ہے۔یہ کوئی عام عورت نہیں بلکہ ایک قسم کی مقناطیسی عورت ہے۔جو اِنتہائی پُرکشش،خُوبصورت خدوخال اور ذہنی اور جسمانی طور پر توانا اور متحرک ہے۔یہ گوشت پوست کی ایسی سیال عورت ہے جسے زمانے کے تغیرات نے تجربہ کار اور جہاں دیدہ بنا دیا ہے۔اِس عورت میں دوسروں کو متاثر کرنے کا جادو موجود ہے۔وہ معاشرے کے مروجہ اِقدار اور معیار پر کاری ضرب لگاتی ہےاور اُنہیں چیلنج کرتی ہے۔وہ خود کو منوانے کے لیے خود سری پر اُتر آتی ہے۔اِس عورت کا کردار امراو طارق کے ناول کا خُوبصورت تانیثی کردار ہے۔ہمارے معاشرے کا یہ ایک عمومی رویہ ہے کہ لڑکیوں کی شادیوں میں جان بُوجھ کر تاخیر کی جاتی ہے۔اور اُنہیں لمبے عرصے تک انتظار پر مجبور کردیا جاتا ہے۔اِس میں خاندانوں کی آپس کی لڑائیاں بھی ہو سکتی ہیں یا پھرجہیز کا مسئلہ بھی۔معاشرے کاایک دوسرا المیہ یہ بھی ہے کہ یا تو لڑکیوں کی شادی چھوٹی عمر کے لڑکوں کےساتھ طےکر دی جاتی ہےاور پھر لڑکوں کے بڑے ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے۔یا پھر چھوٹی عمر کی لڑکیاں بڑی عمر کے لڑکوں کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہیں۔جس سے طلاق کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔پھر ہمارے معاشرے میں بیوہ یا مطلقہ عورتوں کو عقدِ ثانی میں طرح طرح کی مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔اِس طرح عورتوں کی عمر نِکلتی رہتی ہے۔وہ اندر ہی اندر کُڑھتی اور نفسیاتی اُلجھنوں کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔مختصر یہ کہ خاندانی جھگڑے ،جھوٹی انائیں اور غُربت جیسے معاملات اِس امر کا باعث بنتے ہیں۔ناول" معتُوب "کے اِس تانیثی کردار کے ذریعے ناول نگار نے مجرمانہ معاشرتی رویوں پر گہری چوٹیں کیں ہیں۔

"تامار"ایک ایسا ہی کردار ہے جو ایک خُوبصورت جوان بیوہ عورت ہے اور اُس کا سُسر اُس کے خاوند کی وفات کے بعد اُس کو عقدِ ثانی کی اجازت نہیں دیتا۔اور"تامار"کے چھوٹے دیور کے ساتھ رشتہ پکا کر کے اُس کو لڑکے کے جوان ہونے کے انتظار میں بیٹھا دیتا ہے۔لیکن ظلم یہ کیا جاتا ہے کہ جب لڑکا جوان ہو جاتا ہے تو تب بھی اُس کی شادی لڑکے سے نہیں کی جاتی۔"تامار"اِس زیادتی سے بڑا دُکھی ہوتی ہے اور داخلی بحران اُسے سُسر سے انتقام لینے پر مجبور کردیتا ہے۔غم و غصے اور انتقام کی آگ میں جل کر اُسے کتھارسس کا یہی طریقہ مِلا کہ وہ خود اُمیدوار بن کر شہر کے چوراہے میں بیٹھ گئی۔اتفاقاً اُس کےسُسر کا جب اُس راہ سے گزر ہواتو خلوت کا متمنی ہوا۔اور حقِ خدمت کے طور پر بکری کا بچہ دینے کا وعدہ کر کے بطور ضمانت اپنی خاتم،ڈوری اور عصا دےدیا۔اِسی حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

> "اُنہوں نےاپنی بہو" تامار"سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر میں بیٹھی رہ جب تک میرا بیٹا شیلہ بڑا ہو۔کیوں کہ اُس نے کہا نہ ہو کہ وہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح مر جائے۔تو" تامار"جا کر اپنے باپ کے گھر رہنے لگی۔۔۔۔۔۔تب اُس نے اپنے بیوگی کے کپڑوں کو اُتار کر اور بُرقعہ اُوڑھ کر نقاب ڈالی اور عنائم کے تراہے میں تمنت کے راستے پر ہی جا بیٹھی۔کیونکہ اُس نے دیکھا کہ شیلہ بڑا ہوا اور مجھے اُس کی بیوی نہیں بنایا ۔یہودہ نے اُسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی فاحشہ ہے۔کیونکہ وہ اپنا منہ چھپائے ہوئے تھی اور وہ راہ سے اُس کی طرف پھرا اور اُسے کہا کہ آمیرے ساتھ خلوت کر،کہ اُس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے۔وہ بولی خلوت کرنے کے لیے تو مجھے کیا دے گا۔بولا میں گلے میں سے بکری کا ایک بچہ تجھے بھیجوں گا۔اُس نے کہا جب تک اُسے بھیجے،مجھے وہ کچھ گروی دے۔ وہ بولا میں تجھےکیا گروی دوں۔ وہ بولی اپنی خاتم،ڈور اور عصا جو تیرے ہاتھ میں ہے۔اور اُس نے وہ اُسے دے دیں اور اُس کے ساتھ خلوت کی اور وہ اُس سے حاملہ ہوئی۔تب وہ اُٹھی اور چلی گئی2"

ہمارے معاشرے کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اگر مرد کوئی گناہ کرے تو اُسے مرد ہونے کا فائدہ دیا جاتا ہےاور اُسے نہایا دھویا گھوڑا سمجھا جاتا ہے۔جب کہ عورت ذات بیچاری ٹھہری کاٹھ کی ہنڈیا بس ایک بارجو چڑھ گئی سو چڑھ گئی۔اُس کے لیے سخت سے سخت سزاوں کا اطلاق کیا جاتا ہے۔"تامار"کے گناہ بارے جب اُس کے سُسر کو پتا چلتا ہے۔تو وہ غیرت کے نام پر اِس جُرم کی پاداش میں" تامار"کو زندہ جلانے کی سزا سُناتا ہے۔لیکن سزا سے پہلے"تامار"بھرے مجمعے میں گروی رکھی ہوئی چیزوں کی شناخت کا پیغام اپنے سُسر کو بھجوا دیتی ہے۔تو اُس کا سُسراُن چیزوں کو پہچان کراپنے کیے پر نادم ہوتا ہے۔اِسی حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"تقریباً تین مہینے گزرنے کے بعد یہودہ کو بتایا گیا کہ تیری بہو"تامار"نے زنا کیا اور دیکھ اُسے زنا کا حمل ہے۔یہودہ بولا کہ اُسے باہر لاو،تاکہ اُسے جلایا جائے۔جب وہ باہر نکالی گئی تو اُس نے اپنے خسر کو کہلا بھیجا کہ جس شخص کی یہ چیزیں ہیں میں اُسی سے حاملہ ہوں اور کہا کہ دریافت کرو کہ یہ خاتم،ڈور اور عصا کس کا ہے۔تب یہودہ نے اقرار کیا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے3"

ناول کی ہیروئن کا یہ رویہ ہمارے معاشرے کے منہ پر ایک زور دار تمانچہ ہے۔اور معاشرے کے غیر منصفانہ رویوں پر سوال اُٹھاتا ہے۔"تامار"کا کردار بہت سی دوسری فاحشہ عورتوں کے پیچھے چھپی کہانیوں کو پڑھنے کی دعوت دیتا ہے۔امراو طارق نے" تامار"کے کردار کے ذریعے معاشرے کو تنقید کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔اُن کے نزدیک اگر عورت اور مرد کے حقوق میں توازن پیدا نہ کیا گیا اور عورت کے وجود کو حقیقی بُنیادوں پر تسلیم نہ کیا گیا تو ردِعمل اور انحراف کی کاروائی تباہ کن اور مریضانہ صورتِ حال پر منتج ہو گی۔سماج کے غیر منصفانہ رویوں کے اثرات معاشرے میں خواتین کے احتجاج کی صورت میں سامنے آرہے ہیں۔جسکی بڑی وجہ عورت کو اُس کے حقوق سے محروم کرنا،جائیدار میں حصّہ نہ دینا،تعلیم سے محروم رکھنا،ملازمت اور شریک حیات کےانتخاب کے ساتھ ساتھ زندگی کے دیگر معاملات سے دور رکھنا۔جس کے ردِ عمل کے طور پر عورت معاشرے کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہونا شروع ہو گئی ہے۔

ناول میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ ہیروئن کے یہ خیالات شروع سے ہی ایسے نہیں ہیں۔بلکہ وہ سادہ سی لڑکی تھی۔جیسے جیسے زندگی کی تلخ حقیقتوں اور تجربات سے دوچار ہوتی ہے۔ویسے ویسے اُس کی سوچ اور فکر میں تبدیلی اُس کو اِس نہج پر لے آتی ہے۔جہاں وہ بغاوت پر اُتر آتی ہے۔اُس نے دوبارشادی کی اور روایتی انداز سے گھر بسانے کی بھرپور طریقے سے کوشش کی۔لیکن دونوں بار ناکامی نے اُسے گناہ کی دلدل میں دھکیل دیا۔امراو طارق نے ناول میں یہ بھی دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عورت کو روزِ ازل سے ہی بکاو مال سمجھا جاتا رہا ہے۔اگر کوئی اُس پر رحم و کرم کرتا بھی ہے تو اُس کے اندرہمدردی کے نام پر جنسی ہوس کا حصّول چھپا ہوتا ہے۔اِسی حوالے سے ڈاکٹر عابدہ حسین اپنے مضمون میں لکھتی ہیں۔

"ناول میں عورت کو بکاو مال سمجھنے کے رویے کا اظہار ایک اور صورتِ حال سے بھی کیا گیا ہے۔ناول کی ہیروئن جب ضرورت کے تحت اپنی سہیلی کے گھر قیام کرتی ہے تو سہیلی کا باپ اُسے بڑا تحفظ فراہم کرتا اور مدد کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔مگر یہ وعدہ کسی اخلاص اور نیک نیتی پر مشتمل نہیں ہے۔اُس نے ہیروئن کو پیش کش کی کہ وہ ایک بڑی رقم اُسے مہر میں دینے کو تیار ہے اور اگر وہ بطور مہر یہ رقم نہیں لینا چاہتی تو اُس کے بغیر یہ رقم محض اُس"خوشی"کی خاطر بھی دی جا سکتی ہے4"

امراو طارق کی افسانہ نگاری:

یوں تو امراو طارق نے مختلف اصنافِ ادب میں طبع آزمائی کی۔لیکن ناول اور اُردوافسانہ اُن کا پسندیدہ میدان تھا۔ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے امراو طارق کی انفرادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اُنھوں نے اپنے افسانوں میں ایسے متنوّع موضوعات کا انتخاب کیا جن پر دیگر افسانہ نگاروں کی نظر بہت کم پہنچی۔اُن کی افسانہ نگاری کے بارےمیں شوکت صدیقی لکھتے ہیں۔

"اُمراو طارق نے اپنے افسانوں میں زندگی کے معمولی واقعات کو غیر معمولی بنا کر اِس چابکدستی سے پیش کیا ہے کہ قاری کے ذہن کے بند دریچے کھلتے ہیں۔معاشرے کے اچھے اور بُرے،تاریک اور روشن گوشے اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔تاریکی اور روشنی کا یہ تضاد اُن کے ہر افسانے میں ملتا ہے۔یہ تضاد زندگی کا اِرتقائی عمل ہے۔امراو طارق کے افسانوں کی یہی خُوبی اُنہیں افسانہ نگاروں کی محفل میں نمایاں کرتی ہے5"

امراو طارق نے اپنے افسانوں میں سیاسی وسماجی مسائل کو اوّلیت دیتے ہوئے کردار نگاری اور جُزئیات نگاری پر بھر پورتوجہ دی ہے۔اُنھوں نے معاشرے کے دوہرے رویوں پر گہری چوٹیں کیں۔کرداروں کی داخلی اور خارجی کیفیات کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اُلجھنوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔اُنھوں نے اپنے افسانوں میں عورت پر ہونے والے ظلم وستم کےخلاف اور اُس کے حقوق کے لیے آواز بلند کی ہے۔اُنھوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کےساتھ ساتھ اپنی تحریروں میں نہ صرف سیاسی،سماجی اور مذہبی مسائل کی نشاندہی کی بلکہ تعلیم کی اہمیت وافادیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔نثار احمد صدیقی امراو طارق کی افسانہ نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"امراو طارق کے افسانوں میں ایک خاص زمان ومکان کے باشندوں کی نفسیاتی کیفیات،ذہنی تصّورات،سماجی و تہذیبی شکست و ریخت کی ایسی خُوبصورت،موثر اور پُرمعنی عکاسی ہوتی ہے کہ کہانی کے اختتام تک پڑھنے والا پوری طرح کہانی کی گرفت میں آجاتا ہے اور اُس کے گردو پیش کی دُنیا ایک نیا چولا پہن کر نگاہوں کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔یہ افسانے نہیں ہماری صدیوں کی پروردہ روایات اور برگزیدہ اِقدار کے دلدوز مرثیے ہیں6"

اُن کے افسانوں کے تین اہم مجموعے ہیں۔پہلا افسانوی مجموعہ"بدن کا طواف"کے عُنوان سے صبا پبلی کیشنز سی۔ڈیفنس ایریا کراچی سے 1981ء میں چھپ کر منظرِ عام پر آیا۔اِس میں کل بارہ افسانے شامل ہیں اور اِس مجموعے کو"آدم جی"ادبی ایوارڈ سے بھی نوازا جا چُکا ہے۔دوسرا مجموعہ" خشکی پر جزیرے1986"ء میں سیپ پبلی کیشنز کراچی سے شائع ہوااور اِس میں کل گیارہ افسانے شامل ہیں۔تیسرا مجموعہ" تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے1998"ء میں حلقہِ نیاز و نگار کراچی سے چھپ کر سامنے آیااور اِس میں کل بیس افسانے شامل ہیں۔اب ہم امراو طارق کے چند اہم افسانوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

بندن کا طواف:

امراو طارق کا یہ افسانہ تانیثیت کی عمدہ مثال ہے۔اُنھوں نے اِس افسانے میں عورت کی نفسیات کو موضوعِ تحریربنایا ہے۔جو مشرقی روایات کے مطابق اپنا گھر بسانا چاہتی ہے۔افسانے میں تقسیمِ ہند کے بعد ہجرت کا درد،عورت کی خواہشات اور جانور نما انسانی درندوں کی وحشت کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔کہانی افسانے کی ہیروئن منیرہ کے گرد گھومتی ہے۔جو تقسیم کے بعد اپنے بچپن کے منگیتر سلیم سے شادی کی غرض سےاپنی خالہ کے گھر روشنیوں کے شہر کراچی کا رُخ کرتی ہے۔سلیم جو پرلے درجے کاآوارہ اور شرابی ہے۔منیرہ اپنی خالہ کی غُربت کو دیکھتے ہوئے نوکری کے لیے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

نرسنگ کا کورس کرتی ہے۔اوراپنا گھر بسانے کے لیے سلیم سے شادی کا اظہار کرتی ہے۔لیکن ایک دن سلیم کے نشےکے لیے ایک ہزار روپے کی بھینٹ چڑھ کر احمد بخش کی ہوس کا نشانہ بن جاتی ہے۔اس امر سے دلبرداشتہ ہو کروہ خالہ کا گھر چھوڑ کر ہسپتال کے ہاسٹل میں رہنے لگتی ہے۔اُس کے دل میں مردوں کے لیے سخت نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن ہسپتال کے نئے ڈاکٹر اختر کی چکنی چپڑی باتوں اور شادی کے بہکاوے میں آ کر بار بار اُس کی ہوس کا نشانہ بنتی رہتی ہے۔لیکن جب وہ اُس سے شادی کی ضد کرتی ہے تو وہ کہتا ہے میں بس سیکنڈ ہینڈ کار ہی رکھتا ہوں۔یہ سُنتے ہی منیرہ کے ماں بننے کے خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں۔

مصنف نے ساری کہانی فلش بیک میں بیان کی ہے۔منیرہ ڈاکٹر اختر کے اِنکار پر اپنے بچپن اور برطانوی ہندوستان میں اپنے گاوں اور آباو اجداد کے بارے میں سوچتی ہے۔کس طرح تقسیم کے بعد پورے کے پورے گاوں اُجڑ کر رہ گئے تھے۔اور ہر طرف لوٹ مار اور قتل و غارت تھی ۔جان بچانے کی غرض سےمسلمانوں کے قافلوں کے قافلے بیل گاڑیوں پر روانہ ہوئے۔امراو طارق نے ایسے ہی قافلے اور گاوں کے کلچر کی جومنظر کشی کی ہے۔ملاحظہ ہو۔

> "زمین پر پڑے ہوئے خشک پتے بیلوں کے پیروں اور بیل گاڑی پہیوں کے نیچے دب کر چرچر کی آواز کے ساتھ ٹوٹ رہے تھے۔یہ آوازیں اِس سے پہلے بھی اِسی طرح بیلوں کے پیروں اور گاڑی کے پہیوں کے نیچے دب کر ٹوٹتے ہوئے پتّوں سے آتی ہوئی اُس نے کئی بار سُنی تھی۔لیکن آج تو جیسے پتّے احتجاج کر رہے ہوں۔کھیتوں پر اِکا دُکا بکریاں چر رہی تھیں۔اور کنویں پر آبپاشی کے لیے پانی کا بھرا ہوا پُر کھینچتے ہوئے ڈھلوان پر بھاگ کر اُترتے ہوئےبیلوں کے گلوں میں پڑی جھانجھریں بج رہی تھیں۔اور کنویں کی گراری بھرے ہوئے پُر کے بوجھ سے چرچرارہی تھی۔یہ جانی پہچانی آوازیں اُسے الوداع کہہ رہی تھیں7"

امراو طارق نے اِس کہانی میں منیرہ کی شکل میں مشرقی عورت کو وفا کی پتلی دکھایا ہے جو تمام تر بُرائیوں کے باوجود سلیم کو اپنانے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔لیکن نشے کے لیے پیسوں کا لالچ سلیم کی غیرت پر حاوی ہو جاتا ہے۔اِس طرح منیرہ سلیم کے دوست احمد بخش کی ہوس کا نشانہ بن کر اپنی عزت تارتار کروا بیٹھتی ہے۔لیکن وہ ایک بہادر، باہمت اور جرات کا نشان ہے۔جب وہ ہوش میں آتی ہے تو وہ احمد بخش کا منہ نوچ لیتی ہے۔لیکن معاشرے کی بے حسی اور کرپشن کے سامنے سرنڈر کر دیتی ہے۔

> "اُس کے قریب ہی ایک شخص صرف بنیان پہنے سگریٹ پی رہا تھا۔وہ تڑپ اُٹھی اور احمد بخش کی بنیان پکڑ کر پوری قوت سے چیخی ،احمد بخش خوفزدہ ہو گیا۔ایک ہی جھٹکے میں پھٹ کر بنیان اُس کے ہاتھ آگئی۔اُس نے احمد بخش کا منہ نوچ لیا اور گلے اور سینے پر ناخنوں سے خراشیں ڈال دیں۔اُس کے چہرے اور جسم سے خون رسنے لگا۔۔۔۔۔۔وہ سلیم کو ایک ہجار روپیہ دیا۔تم کو ہجار اور دے گا مگر تم شور نہ کرو۔روتی کیوں ہو۔سلیم بولا مان جائے گی۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔دیکھو ہم اجت دار آدمی ہے۔پھڈا کاہے کو کرتی ہے۔ہوٹل کا معاملہ ہے پولیس تم کو بھی پکڑ لے گی8"

امراو طارق اپنی کہانیوں میں مضبوط پلاٹ اور سادہ زبان کے ساتھ ساتھ کرداری نگاری اور جُزئیات نگاری بڑے خُوبصورت انداز سے پیش کرنے کے ماہر ہیں۔اقتباس ملاحظہ ہو۔

> "باہر بارش ہو رہی تھی۔اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے طوفان درودیوار اُکھاڑ پھینکے گا۔صرف بارش کی آواز اور ہواوں کا شور سُنائی دے رہا تھا۔بجلی فیل ہو چکی تھی۔اور وہ دونوں موم بتی کی روشنی میں بیٹھے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

ہوئے تھے۔۔۔۔۔آسمان پر بجلیاں کوند رہی تھیں اور بادل گرج رہے تھے۔باہر بارش تیز ہو رہی تھی۔دریچوں میں ہواسائیں سائیں کر رہی تھی۔اور کوئی آواز نہ تھی۔کمرے میں موم بتی کی روشنی میں سائے لرز رہے تھے۔چیری نے جسموں میں آگ بھر دی تھی9"

دلدل:

اِس افسانے میں امراو طارق نے مرد کی نفسیات اور اُس کے اندر پوشیدہ جسمانی لذت کی ہوس کی بات کی ہے۔"امامی"ایک گاوں کا رہنے والا نوجوان ہے۔جو زندگی کے سہانے خواب آنکھوں میں سجائے شہر کا رُخ کرتا ہے۔لیکن اُس کے سارے خواب بدقسمتی سے شہر کی چُکا چوند روشنیوں میں اُدھورے رہ جاتے ہیں۔اور وہ لڑکیوں کے ہاسٹل کے کامن روم کا چپڑاسی بن کر رہ جاتا ہے۔جہاں رنگ برنگے لباس میں ملبوس لڑکیوں کو دیکھ کر اُس کا دل مچل جاتا ہے۔وہ کئی بار نوجوان جوڑوں کو اِسی کامن روم میں دانہ بدلی کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھ چُکا تھا۔یہ سب کچھ دیکھ کر امامی کو جسمانی لذت کی ہوس اندر ہی اندر کھائے جاتی ہے۔لیکن اُس کو اِس چیز کا احساس ہے کہ وہ ایک معمولی چپڑاسی ہے۔کوئی لڑکی بھلا کیونکر اپنا نرم ونازک جسم اُس جیسے کمتر انسان کے حوالے کر دے گی۔یہ سب سوچ کر اُس کے تمام خواب دھڑم سے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ہر طرف سے ناکام ہو کر ایک رات وہ اپنی سوئی ہوئی بیٹی" بلکی"کا ریپ کر دیتا ہے۔ریپ کرنے کے بعد جب اُس کو احساسِ ندامت ہوتا ہے تو وہ رات کو سڑکوں پر آوارہ پھرنا شروع کر دیتا ہے۔وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے اُس کا گناہ اُس کا پیچھا کر رہا ہے۔سڑک پر وہ گرجے کی صلیب کا نشان دیکھ کر وہاں سے بھاگتا ہے کہ کہیں اُسے عیسائیوں کا خُدا اِس جُرم پر نہ پکڑ لے۔مندر کی گھنٹیوں کی آواز سُن کر دوسری طرف بھاگتا ہے کہیں ہندووں کا بھگوان اُسے نہ پکڑ لے۔جب تھوڑی دیر سکون کے لیے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا ہے تو مسجد سے اللہ ہو اکبر کی آواز سُن کا بھاگتا ہے کہ کہیں مسلمانوں کاخُدا اُسے پکڑنہ لے۔وہ اپنے آپ کو دلدل میں پھنسا ہوا محسوس کرتاہے۔لیکن پھر وہ سوچتا ہے کہ دلدل میں سے نکلنے کی کوشش میں تو بندہ اور زیادہ پھنستا چلا جاتا ہے۔لہذا اُسے اِس دلدل سے نکلنے کی بجائے مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔وہ صبح ہونے سے پہلے دوبارہ اُسی جھونپڑے میں جاتا ہے جہاں اُس نے اپنی بیٹی سے زنا کیا تھا۔وہ اپنی بیٹی کو پیار کرنے کی غرض سے اُس کے جسم پر ہاتھ پھیرتا ہے۔اورتھوڑی دیر میں دوبارہ پھر اُس کا ریپ کر دیتا ہے۔لیکن اِس بار اُس کی بیٹی سوئی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ پورے ہوش و حواس میں ہوتی ہے۔دوسری باری زنا کا مرتکب ہونے کہ بعد وہ سوچتا ہے کہ اب اُسے کوئی خُدا معاف نہیں کرے گا۔اِسی حوالےسے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اُس کا کوئی خُدا نہیں ہے۔کس طرف جائے اُسے کوئی معاف نہ کر سکے گا۔وہ سارے مادی اور روحانی رشتوں سے کٹ چُکا ہے۔وہ دلدل میں گر گیا ہے۔اُس کے چاروں طرف حدِنظر دلدل ہی دلدل ہے۔وہ آہستہ آہستہ نیچے کی طرف دھنستا جا رہا ہے۔اُسے اُس دلدل سے کوئی نہیں نکال سکتا۔اُسے کوئی خُدا معاف نہیں کر سکتا ہے۔سارے دروازے بند ہیں۔سارے دروازے بند ہیں10"

امراو طارق نے اِس افسانے میں معاشرے کی اخلاقی اقدار اور انسانی رشتوں کے زوال کی داستان بیان کی ہے۔دُنیا میں وہ رشتے جن پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔کبھی کبھار تو یہی رشتے غلاظت کی آخری حدیں عبور کر جاتے ہیں۔کسی عورت کے لیے اُس کا سب سے بڑا خیر خواہ اور محافظ اُس کا باپ ہی ہوتا ہے۔لیکن جنسی ہوس اُس کو اِس مقدس رشتے اور مقام سے بھی گرا دیتی ہے۔کیونکہ یہ دوسرا حادثہ" بلکی"کے پورے ہوش وحواس میں پیش آیاتھا۔اِس لیے" بلکی"اپنے باپ کے اِس گھناونے کھیل کے بارے میں حیران اور پریشان ہوتی ہے کہ بھلا کوئی باپ اِس طرح بھی کر سکتا ہے۔"امامی"کی اِس گھٹیا حرکت بارے" بلکی"کے جذبات ملاحظہ ہوں۔

"اللہ ابو کو کیا ہو گیا۔اُنھوں نے تو مجھے ماں کی طرح پالا تھا۔اور باپ کی طرح مجھے پروان چڑھایا تھا۔وہ تو میرے باپ ہیں۔مگر یہ سب کچھ کس طرح ہو گیا۔اُسے ایسا لگا جیسے وہ دلدل میں گر گئی11"

مُنحرف گواہ:

امراو طارق نے اِس افسانے میں فلش بیک کا سہارا لے کر بڑے خُوبصورت انداز سے ہمارے معاشرتی المیے کو کہانی کی شکل میں پیش کیا ہے۔افسانے کے اہم کردار پیرو،جینا پیرو کی محبوبہ،نگو کمھارن کی خُوبصورت بیٹی،جمال گاوں کے مکھیا کا بیٹا ہیں۔ پیرو"منحرف گواہ"افسانے کا سب سے اہم کردار گاوں کے کنویں پر بیٹھ کر ماضی کے جھرنکوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا ہے۔جس میں اُس کو اپنا بچپن اور جوانی نظر آتی ہے۔پیرو گاوں میں بیلوں سے کھیتوں میں ہل چلاتا ہے۔ایک دن جب وہ دوپہر کوتھک ہار کر کنویں پر گھنے درختوں کے سائے تلے اپنے بیل باندھ کر آرام کر رہا ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ گاوں کی کمھارن کی خُوبصورت لڑکی" نگو"جو کھیت لکڑیاں لینے گئ تھی۔گاوں کے مکھیا کا بیٹا جمال اور اُس کا نوکر پہلے اُس کی آبرو ریزی کرتے ہیں اور مزاحمت کرنے پر پھاوڑے سےمار مار کر اُسے قتل کر کے لاش کھیت میں چھپا دیتے ہیں۔ پولیس پیرو پر شک کرتے ہوئے قتل بارے دریافت کرتی ہے۔ پیرو اِس قتل سے لاعلمی کا اظہار کر دیتا ہے۔لیکن پولیس کی چھترول سے پیرو لڑکی کے قتل بارے پولیس کو صاف صاف بتادیتا ہے۔پولیس مکھیا کے بیٹے جمال کو گرفتار کر کے اُس کی نشاندہی پر لاش زمین سے برآمد کر لیتی ہے۔اورپولیس کی طرف سے مقدمے کا واحد چشم دید گواہ پیرو کو درج کر لیا جاتا ہے۔لیکن پیرو گاوں کے مکھیا سے مل کر جینا سے شادی اور رہنے کے لیے چھت کی شرط پر عدالت میں گواہی سے مُنحرف ہو جاتا ہے۔جس کی وجہ سے ملزم اپنے ساتھی سمیت بری ہو جاتا ہے۔لیکن اُسی رات جمال اپنے نوکروں کے ساتھ مل کر پیرو کی خُوب دُرگت بناتا ہے اور جینا کو اُٹھا کر ساتھ لے جاتا ہے۔پیرو کے شور شرابے اور رونے دھونے پر پولیس کیس درج کر لیتی ہے۔پیرو کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اُس کی بیوی جینا عدالت میں جمال کے خلاف گواہی سے منحرف ہو جاتی ہے بلکہ عدالت میں بیان دیتی ہے کہ وہ جمال کے ساتھ اپنی مرضی سے گئی تھی اور اب وہ اُسی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔عدالت کیس خارج کر دیتی ہے۔جینا مکھیا کے بیٹے جمال کے ساتھ تانگے پر بیٹھ کر پیرو کے سامنے ہی ہوا ہو جاتی ہے۔پیرو صرف منہ تکتے رہ جاتا ہے۔آج تک اُس نے روپے پیسے کے لالچ میں جتنی بھی جھوٹی گواہیاں دی تھیں۔وہ سب اُس کے دماغ میں فلم کی طرح چلنا شروع ہوجاتی ہیں۔آج اُس کے ساتھ وہی کچھ ہوا تھا جو وہ عرصہ دراز سے دولت کی ہوس میں دوسرں کے ساتھ کر رہا تھا۔اِس طرح یہ افسانہ جیسی کرنی ویسی بھرنی کی خُوبصورت مثال ہے۔

عدالت میں جب پیرو اپنی شہادت سے مُنحرف ہو جاتا ہے۔اور عدالت گاوں کے مکھیا کے بیٹے کو باعزت بری کر دیتی ہے۔تو" نگو"کی بیوہ ماں کمھارن کی حالت غیر ہو جاتی ہے۔اُس کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ نگو کی آبرو کو ایک بار پھر بھری عدالت میں تار تار کیا گیا ہے۔اِس حوالے سےاقتباس ملاحظہ ہو۔

> "نگو کی بیوہ ماں اُس دن اِس طرح روئی جیسے پھر اُس کے سامنے کسی نے" نگو"کی برہنہ اور خون آلود لاش رکھ دی ہو۔اُس کی چیخوں سے گاوں کی فضا سوگوار ہونے لگی۔اور اُس کی تنہائی بھی سوا ہو گئی۔نگو کی ماں ساری رات بین کرتی رہی اور خُدا سے انصاف مانگتی رہی اور ظلم کی ٹہنی پر خوشی کے پھول کھلتے دیکھتی رہی12"

پولیس نے پیرو کو بھاڑے کا گواہ بنا رکھاتھا جو پیسے لے کر کسی کے خلاف بھی چشم دید گواہ بن کر عدالت میں جا کر مُنحرف ہو جاتا تھااور اپنی منہ مانگی قیمت وصول کرتا۔پولیس یونہی اُس سے سادہ کاغذ پر دستخط کروا لیتی تاکہ بوقت ضرورت اُسکی گواہی ڈالی جا سکے۔امراو طارق پولیس کی بے حِسی اور پیرو کی ہٹ دھرمی کے متعلق لکھتے ہیں۔

"پولیس والے ہر مقدمے میں اُسے گواہ بنانے لگے۔اور اُسے عدالت میں شہادت کے لیے بلایا جانے لگا اور جس ملزم کے خلاف اُسے شہادت دینی ہوتی وہ پیرو کی مدارات کرتا اور اُس کی خوشامد کرتا اور خُدا کا خوف دلاتا اور بالآخر پیرو منہ مانگی رقم لے کر خُدا کا خوف کھانے لگتا ہے۔اور عدالت میں صاف مکر جاتا ہے۔اُس نے کچھ نہیں دیکھا ہے۔اور ملزم بے قصور ہے اور پولیس والوں نے اُس سے یوں ہی سادہ کاغذ پر دستخط کرالئے تھے۔اور ہمیشہ اپنے بیان سے مُنحرف ہو جاتا ہے13"

امراو طارق کی تحریریں خُوبصورت جزُئیات نگاری کا مرقع ہیں۔واقعات نگاری کے ساتھ ساتھ مشاہدے کی گیرائی اور گہرائی اُن کو صفِ اوّل کے افسانہ نگاروں میں لا کھڑا کرتی ہے۔منظر نگاری میں اُن کو کمال ملکہ حاصل ہے کسی منظر یا واقعے کو بیان کرتے ہوئے پورا ماحول اُن کی گرفت میں رہتا ہے۔وہ ایک ایک چیز کو ترتیب کے ساتھ بیان کرتے چلے جاتے ہیں اور قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔قاری اُن کی تحریر پڑھ کر اُن کے حُسن فن کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔منظر نگاری کے حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"گرمیوں کی دوپہر میں تیز ہوا سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پتلے خشک اور بے لچک سرکنڈوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔اور سرکنڈوں کی دو دھاری لمبی خشک پتیاں تلواروں کی طرح فضا میں لہرا رہی تھیں۔اور نیزوں کی طرح جُھک جُھک کر بلند ہو رہی تھی اور سرسراتے ہوئے سرکنڈوں کا احتجاج گونج رہاتھا۔گرمیوں کی دوپہر کی تکان آمیز غنودگی تھی اور کہیں دور سے کسی اِنسان کی بے معنی آواز کسی پرندے کی ہلکی سہمی ہوئی سی سیٹی اور کسی چوپائے کی سائے جیسی حرکت کے سوا سب کچھ گرم ہواوں کی زد میں تھا۔یا یوں لگتا تھا جیسے ہینگ اوور میں ہو۔مہوے کے پیڑ کا ٹھنڈا نشہ آور سایہ کنویں کا میٹھا پانی،کنویں کی جگت کا پلستر کیا ہوا کائی لگا چکنا اور ٹھنڈا فرش،گول جگت کے پورے دائرے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مسلسل رکھے جانے والے گھڑوں کی رگڑ سے بنے ہوئے چھچھلے گڑھے،جگت کے نیچے جگت کی دیوار کے ساتھ چاروں طرف اُگی ہوئی ہری کنچن دُوب اور کنویں کی جگت پر بیٹھا ہوا پولیس کا گواہ پیرو سب ہینگ اوور میں تھے14"

لڑکی میرے گاوں کی:

اِس افسانے میں امراو طارق نے ہمارے معاشرے میں جسم فروشی کے دھندے کو ننگا کیا ہے۔کہانی مجیدے اور پالی کے عشق سے شروع ہو کر کوٹھے پر جسم فروشی کے دھندے پر جا کرختم ہوتی ہے۔مجیدا گاوں کا رہنےوالا سیدھا سادا سا لڑکا تھا ۔اور پالی اُس کی بچپن کی دوست تھی۔وہ شہر صرف اِس غرض سے جاتا ہےکہ چار پیسے کما کر گاوں میں واپس آ کر پالی سے بیاہ رچا کر گھر بسالے گا ۔لیکن بد قسمتی سے شہر کی رنگینوں میں کھو کر وہ جسم فروشی اوردلالی کے دھندے سے جُڑ جاتا ہے۔وہ صبح گیارہ بجے اُٹھتا ہے۔اور سارا دن کوٹھے پر تاش کھیلنے میں گزار دیتا ہے۔شام کو مختلف ہوٹلوں میں جا کر گاہکوں کا انتظام کرتا ہے۔رات کو لڑکیوں کو ہوٹل چھوڑ کر آتا ہے۔اور صبح سویرے جا کر اڈے پر واپس لے آتا ہے۔مجیدے کے پاس پیسے کی ریل پیل ہے۔جب وہ گاوں پالی سے شادی کے لیے جاتا ہے۔تو اُسکی شُہرت پہلے ہی گاوں میں ایک" دلال"کے طور پرہو چکی ہوتی ہے۔گاوں کا کوئی بندہ بھی اُس سےسلام لینے اور بات کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔حتی کہ پالی بھی شادی سے اِنکار کر دیتی ہے۔لیکن اچانک نیا قانوں آنے سے شہر کی تمام ہیرامنڈیوں پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔اِس طرح مجیدے کا کاروبار بند ہو جاتا ہے۔آخر کار مجیدا اپنے دوست مینے کی درخواست پر باہر کسی ملک میں چلا جاتا ہے۔جہاں مینا مجیدے کو اپنے تیسرے پارٹنر فضل الرحمان سے ملاتا ہے۔پالی اِسی تیسرے پارٹنر سے شادی کرکے آنکھوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

میں سہانے سپنے سجائے دوسرے ملک چلی آتی ہے۔جب کہ اُس کے علم میں بالکل بھی نہیں ہوتا کہ فضل الرحمان نے اُس سے شادی صرف دھندہ کروانے کے لیے کی ہے۔

ہمارے معاشرے کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بعض دفعہ ہم کسی بُرائی کو ختم تو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن اُس کو ختم کرنے کے لیے طریقہ کار غلط اپنا لیتے ہیں۔جیسا کہ کبھی لاہور میں ٹکسالی کی ہیرا منڈی کو بہت بڑی بُرائی سمجھ کر زورِ بازو پر ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن جس کا اُلٹا نقصان یہ ہوا کہ وہ ہیرا منڈی پورے لاہور شہر میں پھیل گئی۔اُس با رونق بازار کی تتلیاں جہاں جہاں جا کر آباد ہوئی۔وہاں وہاں نئے چکلے کھل گئے۔ایسا ہی کچھ غلام عباس نے اپنے افسانے" آنندی"میں بیان کیا ہے۔کہ بہت سی برائیاں اور غلاظتیں ہمارے معاشرے کے ساتھ جُڑی ہوتی ہیں۔اُن کو ختم کرنے سے معاشرے میں عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے یا پھر اُن کو ختم کرنے سے مزید بھیانک قسم کی بُرائیاں جنم لے لیتی ہیں۔مثال کے طور پر اگر معاشرے سے" طوائف "کو ختم کر دیا جائے تو اس کے ردِعمل کے طور پر کتنی ہی،مائیں بہنیں اوربہو،بیٹیاں اپنے سگے رشتوں کی حیوانیت کا شکار ہو جائیں گئیں۔امراو طارق کے نزدیک بھی جب بُرائی کوغلط طریقے اور طاقت سے ختم کرنے کی کوشش کی جائے تو اُس میں مزید شدت آجاتی ہے۔ویسے بھی یہ فطرت کا قاعدہ ہے کہ جب بھی آپ کسی چیز کوطاقت کے زورپر دبانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ پہلے کی نسبت زیادہ طاقت اور قوت سے اُبھر کر ہمارے سامنے آتی ہے۔

فردِجرم:

امراو طارق نے اِس کہانی کے ذریعے نظام عدل پر کھل کر تنقید کی ہے۔انصاف کے نظام میں اِس قدر سُقم موجود ہیں کہ سائل انصاف کی اُمید لیے اِس جہانِ فانی سے تو رُخصت ہو جاتا ہے لیکن اُسے انصاف نہیں مل پاتا۔اُنھوں نے عدلیہ کے محکمے کی کرپشن کو بے نقاب کیا ہے۔عدالت کے پیش رو انصاف کے ستونوں کے نیچے کھڑے ہو کر بھتہ وصولی کرتے ہیں۔لیکن نظامِ عدل آنکھوں پر پٹی باندھے خوابِ غفلت کی نیند سو رہا ہوتا ہے۔امراو طارق ملکی اداروں کی کارکردگی سے نالاں دکھائی دیتے ہیں۔اداروں کی بے حِسی اور عدم دلچسپی سے معاشرہ عدم استحکام کا شکار ہوتا ہےاور انصاف کے طلب گار زندہ لاشیں بن کر رہ جاتے ہیں۔اداروں کی غفلت اور لاپرواہی بارے امراو طارق لکھتے ہیں۔

"جب اصل ادارے مردہ ہو جاتے ہیں تو روحیں مختلف روپ دھار لیتی ہیں۔اور آدمی بے کفن لاش کی طرح مجبور بے یارو مددگار اور عبرت ناک نظر آنے لگتا ہے اور مردہ اداروں کی آوارہ روحیں بے کفن لاشوں سے گوشت نوچنے لگتی ہیں۔اور اُن کے ناخنوں میں اُدھڑے ہوئے گوشت کے ریشے اور ہونٹوں پہ بے رنگ خون کی سُرخی چمکنے لگتی ہے15"

بانجھ:

یہ کہانی دو حصّوں پر مشتمل ہے پہلے حصّے میں امراو طارق نے امریکہ میں نوکری کے دوران یہودی لڑکی جولیا سے عشق کی داستان بیان کی ہے۔جس نے بعد میں نہ صرف اِسلام قبول کیا بلکہ پاکستان کے شہر کراچی میں آکر امراوطارق سے باقاعدہ شادی بھی کی۔دوسرے حصّے میں امراو طارق نے روشنیوں کے شہر کراچی کی کسمپُرسی اور ابتر حالات کا ذِکر کیا ہے۔جہاں دن دھاڑے لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔بچوں کو اغواہ کر کے تاوان وصول کیا جاتا تھا اور جو تاوان دینے سے انکار کرتا تو اُس کے بچے کی بوری بند لاورث لاش کسی سڑک کےکنارے پرپڑی ملتی۔ظلم و بربریت اِس حد تک بڑھ چکی تھی کہ زندہ اِنسانوں کے جسموں میں ڈرل مشینوں سے سوراخ کیے جاتے اور تڑپا تڑپا کر مارا جاتا۔کراچی کے انتہائی کشیدہ حالات بارےجولیا کے والدین کے خیالات ملاحظہ ہوں۔

> "وہ لوگ اِنسانوں کو اذیت دے کر مارتے ہیں۔ڈرل مشین سے جسم میں سوراخ کر دیتے ہیں۔پھر گولی مارتے ہیں۔آنکھیں نکال کر پلکوں کی اسٹیپچنگ کر کے لاش سڑک پر پھینک دیتے ہیں۔اور حکومت کچھ نہیں کرتی۔وٹ اے کنٹری۔۔۔۔اسکول سے بچوں کو اِغواکر کے تاوان مانگتے ہیں۔اور کئی بچوں میں سے کسی ایک کو تاوان کا مطالبہ کیے بغیر مطالبے سے پہلے قتل کر کے سڑک پر پھینک دیتے ہیں16"

کراچی کی دہشت زدہ فضا نے جولیا کے ذہن پر گہرے اثرات مرتب کیے۔اِس لیےاُس نے کراچی کی بجائے اپنے بیٹے کو امریکہ جا کر جنم دینا بہتر سمجھااور اُسکی دیکھ بھال کی ذِمہ داری اُس کے نانا نانی پر ڈال دی۔بچے کی پیدائش کے وقت اُس نے اپنے آپ کوصرف اِسی وجہ سے بانجھ کروا لیاکہ کہیں اُس کی کوک سے کوئی دوسرا بچہ پیدا ہو کر کراچی میں درندگی کا شکار نہ بن جائے۔لیکن جب امراو طارق کو اِس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

کرفیو کی ایک رات:

امراو طارق نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصّہ پاکستان کے معاشی حب شہر کراچی میں گزارا۔اور ذریعہ معاش کے لیے وہ محکمہ پولیس کے ساتھ وابسطہ رہے۔اُنہوں نے جرائم اور جرائم پیشہ افراد کو بہت نزدیک سے دیکھا۔وہ کراچی کی ابتر اور بگڑتی صورتِ حال سے اچھی طرح واقف تھے۔اُنہوں نے اپنے اِس افسانے میں اِسی بگڑتی صورتِ حال کو موضوع بنایا ہے۔جہاں سیاسی گروپوں اور پیشہ ور اُجرتی قاتلوں نے اُدھم مچا رکھی تھی۔لوگوں کو گھروں سے نکال کر زندہ جلایا جاتا تھا۔بچے،بوڑھے،جوان تو ایک طرف عورتوں کو بھی نہ بخشا جاتا،اُن کی آبروریزی کی جاتی۔بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو کنٹرول کرنے کے لیے حکومتِ سندھ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں نے شہر میں کرفیو نافذ کر رکھا تھا۔کراچی میں کرفیو کی ایک رات میں ظلم و بربریت اور قتل و غارت کے حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

> "اچانک بستی اجنبیوں سے بھر گئی۔دروازوں کی کنڈیاں اُکھڑ گئیں۔اور چوکھٹیں زمین پر آرہی ہیں۔گھروں کی غیر محفوظ پناہ گاہوں میں مکین قتل ہونے لگے۔گولیوں کی آواز زخمیوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔گھروں میں دُھویں،بارود اور خون کی بُو پھیل گئی۔سامان گلیوں میں پھینک دیا گیا۔عورتوں کے جسموں سے زیور نوچ لیے گئے۔چوڑیوں کے لیے کلائی اور انگوٹھیوں کے لیے اُنگلیاں اُتارلی گئیں۔گھروں کو آگ لگا دی گئی۔اور بھاگتے ہوئے مکینوں کو آگ میں جھونک دیا گیا17"

صحرا میں اذان:

امراو طارق کیونکہ خود مہاجر تھے اُنہوں نے ہجرت کے تمام مصائب خود بھی جھیلے تھے۔اِس لیے وہ مہاجرین کے دُکھ،درد اور کرب کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔اِس کہانی میں اُنہوں نے مہاجرین کو درپیش مسائل اور حقوق کی پامالی کو بڑے دردناک انداز سے بیان کیا ہے۔مہاجرین کا ایک جتھا جو تقریبا دو سو افراد پر مشتمل تھاجب پاکستان پہنچا تو حکومتِ پاکستان نے اُن کو ایک ندی کے قریب زرعی زمین الاٹ کر دی۔تو وہاں کے قبائلی سرداروں نے نہ صرف زمین دینے سے انکار کیا بلکہ ندی کا پانی بھی اُس مہاجرین کیمپ پر بند کر دیا۔

اُجلے شملے میلی چادر:

اِس افسانے میں امراو طارق نے گھریلو ملازمہ شمشاد کی کسمپُرسی اور غُربت کی داستان بیان کی ہے۔جوگاوں سے چار پیسے کمانے کے لیے شہر کا رُخ کرتی ہے۔اور گھروں میں صفائی ستھرائی کا کام کرتی ہے۔جہاں اُسے انسان نما بھیڑیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہےجو اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر اُس

کو درندگی کا نشانہ بناتے ہیں اور اُس کو کم اُجرت پر کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔شمشاد کے احتجاج اور اِنکار پر چوری کی ایف۔آئی۔آر درج کروا دیتے ہیں۔پولیس کا تھانیدار اُس کو گرفتار کر کے اُس پر اپنا حق جتانا شروع کر دیتا ہے۔شمشاد بیچاری اپنے آپ کو شملے کی میلی چادر تصّور کرتی ہے۔جِس کی روح کو بار بار تار تار کیا گیاہو ۔

لہذا ہم کہہ سکتے ہیں۔امراو طارق کا شمار عصرِ حاضر کے اہم فکشن نگاروں میں ہوتا ہے۔اُنہوں نے اپنی تحریروں میں فلش بیک کی تکنیک کا استعمال اِنتہائی خُوبصورت انداز سے کیا۔وہ کہانی کو انتہائی سادہ، روزمرہ اور عام فہم زبان میں اِس طرح بیان کرتے ہیں کہ کہانی اُن کی پوری گرفت میں رہتی ہے۔اور قاری کو اپنے سحر میں جکڑے رکھتی ہے۔اُنھوں نے اپنی کہانیوں میں بڑے عمدہ طریقے سے واقعات نگاری،جُزئیات نگاری اور کردار نگاری بیان کی ہے۔اُن کی کہانیوں کے پلاٹ انتہائی مضبوط اور جاندار ہوتے ہیں۔وہ زندگی کی حقیقت کو بڑے خُوبصورت انداز سے بیان کرتے ہیں جس سے زندگی پرت در پرت کھلتی جاتی ہے۔اُن کی دیگر کہانیوں میں آخری اسٹیشن،تاریخ کا دھارا بہتا ہے،موچی موڑ،میں نے پائپ توڑ دیا،سچے گیت جھوٹے لوگ،اکیلا آدمی،جنگل مت کاٹو،ماورائے عدالت،کورے کاغذپر لکیریں،قیدِمسلسل صیدِ مسلسل،چشم دید گواہ،پھانسی دینے والےہاتھ،آخری موت،تیس سال بعد،ملامت کا زخم،خشکی پر جزیرے،بندپانی میں پہلا پتھر،گمشدہ آدمی،پودا تُلسی کا،تیرھواں سورج،لانگ مارچ،سچے حرف،اکتارا،مٹی کے کھلونے،دیواریں،بہار کا گیت،دراڑوں میں سانپ،برتھ ڈے کیک،بیری کا درخت اور لمحے کی صلیب وغیرہ شامل ہیں۔

حوالہ جات

1۔ امراو طارق،"معتوب"،کراچی:دانیال وکٹوریہ چیمبرز،عبداللہ ہارون روڈ ،1995۔ص8
2۔ ایضاً۔ص11/12
3۔ ایضاً۔ص12
4۔ عابدہ نسیم،ڈاکٹر،"معتُوب("امراوطارق:)ایک تانیثی مطالعہ"،کراچی:شش ماہی انجمن ترقی اُردو۔2019ء والیم95 ۔ص83/84
5۔ امراو طارق،"بدن کا طواف"،کراچی:صبا پبلی کیشنز،1981ءص182
6۔ امراو طارق،"خشکی پر جزیرے"،کراچی:سیپ پبلی کیشنز ،۔1986ء۔ص02
7۔ امراو طارق،"بدن کا طواف"،کراچی:صبا پبلی کیشنز،1981ءص117
8۔ ایضاً۔ص131
9۔ ایضاً۔ص134
10۔ ایضاً۔ص86
11۔ ایضاً۔ص88
12۔ امراو طارق،"خشکی پر جزیرے"،کراچی:سیپ پبلی کیشنز ،۔1986ء۔ص150
13۔ ایضاً۔ص148
14۔ ایضاً۔ص140/139
15۔ ایضاً۔ص83
16۔ امراو طارق،"تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے"،کراچی:حلقہ نیازو نگار،1998ء۔ص24
17۔ ایضاً۔ص87